لیکن شعروادب کا ذوق موروثی اور خاندانی ہے اور اعلیٰ تعلیم، مطالعہ اور برادرِ اکبر جناب جمیل مظہری کی صحبت و معیت نے اس ذوق کو جلا بخشی ہے اس لئے شعر اگرچہ کم کہتے ہیں، مگر جب کبھی کہتے ہیں بہت خوب کہتے ہیں، لفظی اور معنوی طور پر میر کا رنگ غالب ہے، ہلکا ہلکا درد، سوز و گداز، تپشِ غم، اور طرزِ بیان تیکھا اور روزمرّہ کی زبان جو میر کے خصوصیات کلام ہیں وہ یہاں بھی پائے جاتے ہیں، مگر شاعروں کے عام روبہ کے برخلاف انکساری کا یہ عالم ہے کہ مجموعۂ کلام کا نام خاروخس رکھا ہے، موصوف نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے، لیکن طبعاً وہ غزل کے شاعر ہیں، چنانچہ ان کی نظموں میں وہ بات نہیں جو غزلوں میں ہے، امید ہے کہ جدید شاعری کے اس بحرانی دور میں یہ شراب کہنہ بجامِ نو اربابِ ذوق میں مقبول ہوگی۔

غالب مدح و قدح کی روشنی میں حصۂ دوم:

از سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب تقطیع کلاں، ضخامت ۷۹۳ صفحات، کتابت و طباعت بہتر قیمت -/15 پتہ: دارالمصنفین اعظم گڑھ۔

اس کتاب کے حصۂ اول پر تبصرہ ہو چکا ہے، اس دوسرے حصہ میں جن ادیبوں اور نقادوں کی غالب پر تحریروں کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے ان کی مجموعی تعداد چھبیس ہے جن میں مشہور اور بلند پایہ یہ حضرات ہیں: غلام رسول مہر، شیخ محمد اکرام عرشی، مالک رام، یوسف حسین خاں، آل احمد سرور، احتشام حسین، رشید احمد صدیقی، قاضی عبدالودود، خواجہ احمد فاروقی، عبادت بریلوی، سید عبداللہ، اسلوب احمد انصاری اور خلیل الرحمٰن اعظمی۔ لائق مرتب نے ان سب اور دوسرے حضرات نے غالب پر جو کچھ لکھا ہے اس کا تجزیہ کر کے ایک جگہ مرتب شکل میں پیش کر دیا ہے اور ساتھ ہی اس پر تبصرہ بھی کرتے گئے ہیں، یہ تبصرے بڑے دلچسپ اور فکر انگیز

ہیں، علی الخصوص شیخ اکرام، آل احمد سرور، کلیم الدین احمد، جوش ملسیانی، نیاز فتحپوری، اور شوکت سبزواری کی تحریروں پر انھوں نے جو تبصرے کئے اور ہلکی ہلکی جو چٹکیاں لی ہیں وہ بڑی معنی خیز بھی ہیں اور ادب لطیف کا ایک نمونہ بھی، اس حیثیت سے کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب بڑی قابلِ قدر اور لائق مطالعہ ہے، غالب کی مدح یا قدح میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کے بہت بڑے حصہ کا عطر اور لب لباب اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے اور چوں کہ اس پر دیدہ ورانہ تبصرہ بھی ہے اس لئے قاری ہر مصنف کے محاسن اور معائب سے واقف ہو جاتا ہے۔

تمام بحث و گفتگو کے بعد کتاب کے آخری صفحہ پر لائق مصنف نے اپنی جو ایک جامع رائے لکھی ہے، ہم حرف بحرف اُس سے متفق ہیں، لکھتے ہیں :-

"مولانا حالی نے اپنی طبیعت کی سنجیدگی، نظر کی ژرف بینی، فکر کی گہرائی اور تنقید نگاری کی نکتہ پروری (؟) سے غالب کی شاعری کو سمجھنے اور سمجھانے میں جو اعتدال پسندی اور میانہ روی اختیار کی ہے وہی غالب کی شاعری کے تنقیدی لٹریچر کا راس المال ہے، اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا، اس میں کچھ تو واقعی مفید اور قابلِ مطالعہ ہے مگر بہت کچھ یا تو تفریحی ہے یا تنقید نگاری کی ذہنی مشق اور ورزش" ص ۳۹۷

اس میں شک نہیں کہ اگر آج غالب زندہ ہوتے تو اپنے کلام پر ان رنگ برنگ تنقیدوں کو پڑھ کر حسرت سے کہتے۔

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو؟